1458

کاراستہ

شوبرت لعل ورمن

گھر کا راستہ

یعنی رشی کیش کی چار جستجوؤں کے سلسلہ میں علم
معرفت کے مضمون پر جیو کے آنے جانے پر محققانہ و فلسفانہ غور

کہاں سے آئے کہاں جائیں گے۔ کہاں کیا ہے بسیرا
یہ جگ سپنا رین کا بسیرا رے۔ نا میرا نا تیرا

از

بابو شیوبرت لال ورمن ایم۔ اے

پبلشرز
میسرز رامدتہ مل اینڈ سنز تاجران کتب
لاہور

بار دوم — تعداد جلد ا ہزار — قیمت [illegible]

دیباچہ

میں ۱۹۰۸ء کے مئی کے مہینہ میں رشی کیش گیا تھا ساتھ میرے چھوٹے بھائی بابو سورج نرائن سنگھ جی تھے۔ جن کا مختصر نام اس مکالمہ میں وشنو رکھا گیا ہے۔ وہاں چار روز قیام کا موقع ملا تھا۔ چاروں دن کچھ نہ کچھ گفتگو ہوئی تھی۔ جس کو ذرہ زیادہ واضح کر کے اس میں داخل کر دیا گیا ہے۔ یہ مکالمہ غالباً دلچسپ ثابت ہوگا۔ اور اسی نظر سے اس کو کتاب کی صورت میں مرتب کر دیا گیا ہے تاکہ عوام الناس اس سے فائدہ اٹھا دیں۔

اس بارہ کے سلسلہ میں شیو و پاروتی کے بیاہ کی نسبت جو خیالات زیر بحث آئے ہیں وہ دوسرے رسالہ میں لکھے جائینگے شیو کیا ہے پاروتی سے کیا مراد ہے۔ ہماچل کون ہے شادی سے کیا غرض ہے۔ ستی کون تھی۔ دکش کے اگنی میں اس کے جل کر بھسم ہو جانے سے کیا مطلب ہے۔ ان سب باتوں پر روحانی نقطہ نگاہ سے بحث کی گئی ہے۔ ان کی غرض صرف اصلیت کے دکھانے کی ہے اور کچھ نہیں ✤

(شیو)

گھر کا راستہ

رشی کیش کی پہلی صبح

گنگا کا کنارہ رشی کیش کا میدان سونے بن سوہاگے کا لطف طبیعت اس قدر یکسو تھی کہ جس کا حد و حساب نہیں یہ وہ مقام تھا جو ہمیشہ سے اپنی مطلق العنانی کے لئے مشہور تھا۔ رشی منیوں کے رہنے کی جگہ۔ نہ چور کا کھٹکا نہ لٹیرے ڈاکوؤں کا خوف نہ کسی کی حکومت۔ نہ کسی کا جبر و ظلم۔ ان کی زندگیاں قدرتی تھیں۔ مقدس گنگا آب حیات مہیا کرتی تھی۔ جنگلوں کے درخت پھل پھول نذر کرتے تھے۔ اب وہ بات کہاں۔

اب نہ وہ دن ہیں اور نہ وہ راتیں
رہ گئیں یادگار وہ باتیں

مگر اس قدر ضرور ہے کہ اب بھی رشیوں کے خیالات کی زندہ لہریں وہاں چلتی رہتی ہیں اور جب کبھی کوئی ادھکاری جاتا ہے وہ اس کے دل پر منشرف ہو کر قدیم آزادی اور قدیم قدرتی

زندگی اور قدیم طرز خیال کی یاد دہانی کرہی دیتی ہیں جب ہم وہاں پہنچے۔ گایوں کا گلہ ہری بھری دوب چر رہا تھا۔ ہمارے پاؤں کی آہٹ پاکر چوکنا ضرور ہوا۔ مگر ایک نظر دیکھنے کے بعد پھر بے تکلفی سے و بےخوفی سے گھاس چرنا شروع کیا۔ کیونکہ ان کو خوب معلوم تھا۔ رشی کیش میں کوئی انسان کسی جانور کو تکلیف نہیں دے سکتا۔ گائے بیل کا ستانا تو ایک طرف رہا وہاں نہ تو کوئی مچھلی مارتا ہے نہ پرندوں کا شکار کرتا ہے۔ اب بھی سادھوؤں کے رسوخ کا سکہ بہت کچھ اس جگہ جما ہوا ہے۔ رشی کیش قدیم آریہ ورت کی یادگار ہے۔ وہ آریہ ورت جس کے جھنڈے پر لکھا رہتا تھا "ہنسا نہ کرنا پرم دھرم ہے"۔ اس وقت آریہ ورت سچ مچ سورگ تھا۔ کیونکہ سورگ کی تعریف میں کہا گیا ہے۔

بہشت آنجا آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

گنگا یونرا ورشنڈھ کے تٹ پر پہنچکر ہماری جو حالت ہوئی اس کو کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔ سامنے لچھمن جھولا کا مندر تھا گو پہاڑی نے اس کو ڈھک رکھتا تھا۔ مگر سنکھ اور گھنٹے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ جب وہ بند ہوئی سریلے راگ کی بھنک کان میں پڑی۔ گانے والا گا رہا تھا:۔

کروڑے بندے وا دن کی تدبیر

۱۔ جب جم راجا آن اڑ نبیگے	نبک دھرت نہیں دھیر کروڑے بندے
۲۔ مار مار سوٹن پران نکسہین	مِن بہت ہو نیر۔ " "

۳۔ بھوساگر ایک اگم بنتھ ہے	ندیا بہت گنبھیر کرو رے بندے
۴۔ ناؤ نہ بیڑا۔ لوگ گھنیرا	کھیوٹ ہے بے پیر 〃
۵۔ گھر تر بار دھنگی روشے	بات پتا سُست دھیر 〃
۶۔ بابا ملک کی کون چلاوے	سنگ نہ جانت شریر 〃
۷۔ کہت کبیر سنو بھائی سادھو	معاف کرو تقصیر 〃

صبح کا وقت۔ بھیروں کا راگ۔ دل پر وجد کی حالت طاری ہوئی۔ دنیا کی بے ثباتی کا گہرا نقشہ دل پر کھنچ گیا۔ ایک تو یونہی کبیر صاحب کا موثر کلام۔ دوسرے گانے والے کا گلا۔ گلا نہیں بانسری تھا۔ طبیعت پر بیساختہ ویراگ نے اپنا رنگ جمایا۔ جب گانے والے نے بھجن ختم کیا۔ ہم اور ہمارا ساتھی دونو دیر تک صُمٌّ بُکمٌ تصویر حیرت بنے ہوئے گنگا کی لہروں کو دیکھا کئے اس وقت ہر چہار طرف ایک قسم کی اداسی چھائی ہوئی تھی جس کی تہ میں سرور اور خوشی روح بن کر داخل ہو گئی تھی۔ ہم میں طاقت نہیں ہے کہ اس کیفیت کو یوں بیان کر سکیں۔

جب یہ حالت گزر چکی۔ وشنو نے مجھ سے کہا کیوں شیو جی! کیسا پر اثر کلام ہے۔ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ اس بھجن کو سنا تھا مگر آج کی طرح کبھی مزہ نہیں آیا۔ کیا تم بتا سکتے ہو اس خصوصیت کا راز کیا ہے۔

میں نے جواب دیا جہاں دیش۔ کال اور وستو۔ یعنی مکان زمان اور سامان میں ہم آہنگی ہوتی ہے۔ وہاں ہمیشہ خاص طرح کا لطف حاصل ہو جاتا ہے۔ دیکھو نہ۔ گنگا بہ رہی ہے۔

سامنے پہاڑ کے قدرتی مناظر اپنی خوبصورتی دکھلانے کے لئے مچل رہے ہیں۔ صبح کا سہانا وقت ہے۔ سورج کی کرنیں کس آب و تاب کے ساتھ گنگا کی لہروں اور قدرت کی چلبلی مخلوق کے ساتھ کھیلنے آئی ہوئی ہیں۔ اس پر کبیر صاحب کا کلام زندہ دلوں میں زندہ دل گزرے ہیں۔ وشنو! تم اس بات کو سچ جانو۔ اس جگہ قدیم سادھوؤں کے خیالات کی دھارے ہیں آکاش منڈل میں موجود ہیں۔ وہ غائب نہیں ہوئیں۔ بلکہ اب بھی ہیں۔

جہاں ان کے موافق زندہ آدمیوں کے خیالات دل سے نکلے۔ ان میں تھرتھراہٹ آجاتی ہے اور جو انسان کے قریب رہتے ہیں۔ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں۔

وشنو نے کہا شیو جی برا نہ ماننا۔ تم کو خیال کا خبط ہے۔ جب دیکھو۔ وہی بے سری کہانی ہمیشہ سنایا کرتے ہو تمہارے ساتھ رہنے کی وجہ سے میں کچھ نہ کچھ خیالات کی دنیا سے واقف ہو چلا ہوں۔ اور میرے ذہن میں یہ بات سما گئی ہے کہ تمام آکاش منڈل اہل خیالات کے خیالوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں ذرہ بھی شک نہیں لیکن دو باتیں ہیں جواب تک مجھ کو تم سے پوچھا ہے

میں مسکرایا۔ "ہاں جی! اگر تم مجھ کو خبطی کہتے ہو تو میں برا نہیں مانتا۔ تم بھولے ناتھ کو بھی اکثر اسی خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے خیر! بتاؤ کہ تم اس وقت کیا پوچھنا چاہتے ہو۔

وشنو بولے "اول آکاش منڈل کے خیالات کی دھاروں

ہیں زندہ آدمی کے خیالات کس طرح تھرتھراہٹ پیدا کرتے ہیں۔ دوسرے انسان میں وہ کیسے سما جاتے ہیں؟

میں نے جواب دیا۔ "سنو! ایک گنبد وار کمرے میں بہت سے ستار اور بین رکھے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنا ستار لے کر اور وہاں بیٹھ کر بجانا شروع کر دے تو ہم آہنگی کے قانون کے بموجب تمام ستاروں کے تار خود بخود بجنے لگیں گے۔ صرف ایک تار کے چھیڑ دینے کی ضرورت ہے۔ پھر آپ ہی آپ سب میں سے آواز برآمد ہونے لگے گی۔ بجنسہ یہی حال آکاش منڈل کے خیالات کی دھاروں کا ہے۔ ان میں بھی ہمجنسیت کے قانون کے بموجب زندہ خیال کے حرکت میں آنے کی وجہ سے تھرتھراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بھی گویا خوش ہو کر کھیلنے لگتے ہیں تمہارے پہلے سوال کا جواب یہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز کسی نہ کسی کے لئے مخصوص ہے۔ جو جس کا ادھکاری ہے وہ اس کے لئے مخصوص رہتی ہے۔ پرکرتی کا تمام سامان آتما کے لئے ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کوئی ذی وجود اس کو لے کر کام میں لاوے۔ اس لئے جب کبھی کوئی مستحق آدمی مل جاتا ہے۔ تو وہ خود بخود اس کی طرف رجوع ہو کر چمتکار اور لیلا کا تماشہ دکھاتے ہیں۔ وشنو مہاراج! میں جب سے اس ادھیڑ بن میں پڑا ہوں۔ نت نئے تماشے دیکھا کرتا ہوں۔ تم یقین کرو جب ایک آدمی نیک بننے کی کوشش میں سرگرم ہوتا ہے تو اوروں کے نیک خیال اس کی طرف رجوع ہو کر

تقویت دیتے ہیں اور وہ ہر پہلو سے مضبوط ہو جاتا ہے اسی طرح اگر برے خیال کو کسی کے دل میں جگہ مل گئی تو پھر ایشور پناہ دے مردہ اور زندہ آدمیوں کے خیالات اس کی طرف کھچیں گے اور اس کو بد سے بدتر اور بدترین بناویں گے۔ تم خود اپنی زندگی کے واقعات پر نظر ڈالو۔ جب سے تم سادھو پڑھنے لگے۔ تم میں کتنی تبدیلی آگئی۔ تم خود کہا کرتے ہو کہ اس انقلاب کی مجھ کو امید نہیں تھی یہاں اسی قدر قانون کا عملدرآمد ہوا ہے۔

وشنو نے پوچھا۔ "خیال مادی چیز ہے یا کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "خیال مادی چیز ہے لیکن وہ کثیف مادہ سے اونچا ہے۔ اس کو ہمیشہ خیال رکھو۔ جہاں من قلابازیاں کھاتا ہے جہاں خیال کی لہریں اٹھتی ہیں وہ مادہ کا طبقہ ہے گوسائیں تلسی داس جی فرماتے ہیں:۔

گو۔ گوچر۔ جہاں لگ من جائی

سو مایا کرت جانو بھائی!

یعنی جہانتک اندری۔ اندریوں کے وشے اور من کی پہنچ ہے وہانتک مایا یعنی پرکرتی کا سامان ہے۔

وشنو۔ "یہ سچ ہے۔ لیکن جڑ چیز کیسے کسی کے دل و دماغ میں داخل ہو جاتی ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "جس وقت پرکرتی آتما کے ہوتی ہے۔ اس میں کھچاؤ پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کی طرف اسی طرح رجوع ہو جاتی ہے۔ جیسے لوہا مقناطیس کی طرف۔ یہی کیفیت

خیال کی ہے۔"

وشنو: "درست ہے۔ اور شائد یہی سبب ہوگا کہ جب دنیا میں کوئی قومی ریفارمر پیدا ہوتا ہے اس کو قوم کے منتشر خیال مل کر طاقتور بنا دیتے ہیں۔ کیونکہ قوم کے دلوں میں وہ خیال مدت سے جوش مار رہے تھے۔ مگر اظہار کے طبقہ میں آنے کا موقع نہیں پاتے تھے۔ اس ریفارمر میں قابلیت و قبولیت کا مادہ پاکر رجوع ہوئے اور اس کی کوشش کو کامیاب کر دکھایا۔"

منی: "ہاں اس میں کیا شک ہے یہ لفظ بلفظ صحیح ہے۔ بلکہ یہ سمجھو کہ جو شخص دنیا میں جس کام کے لئے کوشش کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ موجودہ و گذشتہ آدمیوں کے خیالات کا وارث بن جاتا ہے چاہے وہ جانے یا نہ جانے خیالات ہر شخص کی زندگی کو لمحہ سانچہ میں ڈھالتے رہتے ہیں۔"

وشنو: "خیالات کے متعلق تو آپ نے بہت کچھ سنایا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس آتما کے جیون مرن اور موکش کے متعلق کچھ کہئے۔ کس طرح وہ آتا ہے۔ کیسے پھر گھر کی طرف جاتا ہے اور اس کے آنے جانے میں مسئلہ ارتقاء (ایولیوشن) کی تعلیم کس حد تک صحیح ہے؟"

میں نے کہا: "اب دن کے دس بج گئے قیام گاہ پر چلو۔ پھر کل اس پر گفتگو ہوگی۔

رشی کیشں کی دوسری صبح

پہلا دن سیر و سیاحت اور بوڑھے ہمالیہ کی قدرتی خوبصورتی کے مطالعہ و معائنہ میں صرف ہوا۔ شام کے وقت روزانہ معمولی شغل کے بعد زمین پر پڑ کر لیٹ رہے اور رات خوشی اور مسرت کی نیند میں ختم ہوئی۔ ابھی رات باقی تھی کہ بستر سے اُٹھے اور مقدس گنگا کے تٹ پر جا کر حاجات ضروری سے فارغ ہو کر سنان کیا۔ پھر سندھیا کرنے کے بعد ہی دریا کے کنارے سیر کرنے لگے جس وقت اس جگہ پہنچے جہاں لچھمن جھولا کے مندر پہاڑوں کی اوٹ میں چھپے ہوئے تھے۔ پھر گانے کی بھنک کان میں پڑی۔ گانے والا کوئی نہایت خوش گلو سادھو تھا۔ اور آج بھی کبیر صاحب کا شبد گا رہا تھا۔ چونکہ وہ بھجن ہم کو پہلے ہی سے یاد تھا۔ اس لئے اس کے لفظ لفظ سنائی دیئے۔ اور ان کا گہرا اثر دل پر پڑا گانے والا گا رہا تھا

(۱) جوان امیں رس بھرت تال جہاں شبد اُٹھے آسمانی ہو
سرتا منڈ سندھ کو سوکھے نہیں کچھ جات بکھانی ہو

(۲) چاند سورج تارا گن نہیں واں نہیں واں رین بہانی ہو
کوٹ جھلملی جہاں واں جھلکے بن جل برست پانی ہو

(۳) شیو۔ آج وشنو سریش۔ سار دا نج نج مت اسمانی ہو
دس اوتار ایک تت راجے استتی سہج سہانی ہو

(۴) باجے بجیں ستار بانسری رر نکار مرد بانی ہو

(۵) کہیں کبیر بھید کی باتیں برلا کوئی پہچانی ہو
کر پہچان پھر نہیں آوے۔ جم ظلمی کی کہانی ہو

لفظوں میں عجیب و غریب طاقت ہوتی ہے۔ اس نے نہ صرف دل کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ بلکہ طبیعت میں ایک سرور کی حالت کا گزر ہوا۔ اور ہم دونو آدمی اس پر سوچنے کے لئے مجبور ہوئے۔

جب گانے والے کی صدا بند ہوئی۔ وشنو مسکراتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوئے "کیوں مہاراج یہ بھی کیسا پاک مقام ہے جہاں انسانی روح کے ابھرنے کا عجیب و غریب موقع ملا کرتا ہے۔ ایک طرف تو درختوں کے پتے جھانجھ کی طرح بجتے ہوئے آسمانی نغمے سناتے ہیں دریا کی روانی میں "سرشٹی کے پرواہ" کا مجملی سبق ملتا ہے۔ لہلہاتے ہوئے سبزہ زار۔ کوہستانی دامن کے کھلے ہوئے خودرو پھول۔ چہچہاتے ہوئے پرند پرماتما کی صنعت کاملہ کی شہادت دیتے ہیں۔ دوسری طرف ان سادھوں کے بھجن غضب ڈھاتے ہیں!!"

میں نے کہا "تمہارا خیال درست ہے۔ مگر یہ بھی بن آئی کی بات ہے۔ ورنہ کونسی جگہ ہے۔ جہاں قدرت کے ادبستان میں تعلیم و تعلم، درس و تدریس کا اہتمام نہیں ہے۔

وشنو "واقعی سچ ہے تب ہی تو شیخ سعدی کہہ گئے ہیں کہ
آواز مرغے بنالد فقیہ

میں "اس سے زیادہ گہرا۔ موثر۔ اور دیرپا سبق انسان کو اسکے

دل ہیں ملتا ہے۔“

وشنو:”شیوجی! باطن کے معاملات پر پھر کسی دن ذکر ہوگا آج آپ اِن سوالوں کا جواب عنایت کیجئے جو ہیں نے کل کئے تھے یہ سرشٹی کیسے پیدا ہوتی ہے۔ اور یورپ کے فلاسفروں نے جو تعلیم ایوبیوشن (ارتقا) کے سلسلہ ہیں دی ہے اس ہیں کہاں تک سچائی ہے۔“

ملنی:”ظاہر و باطن ہیں صرف کہنے سننے کا فرق ہے۔ جو اندر ہے وہی باہر ہے۔ ان ہیں سرمو فرق نہیں ہے۔ جو کچھ صناعی کا تماشا تم باہر دیکھ رہے ہو یہ بھی اندر سے آیا ہے۔ ڈاروِن یا اسکے شاگرد جو کچھ تعلیم دیتے ہیں اس کے متعلق تم سوال کرتے جاؤ جاؤ میں نے جو کچھ سمجھا ہے جواب دیتا جاؤنگا۔“

وشنو:”ڈاروِن کہتا ہے۔ ابتدا ہیں زندگی پانی سے آتی ہے۔ اس ہیں پہلے (وغیرہ پیدا ہوتے ہیں) اور پھر ان سے آبی و خاکی جاندار رفتہ رفتہ بتدریج نشو نما پاکر دنیا ہیں آتے ہیں۔ یہ سب پھر ترقی کر کے بندر بنتے ہیں اور بندر سے آدمی بنتا ہے۔ یہاں آکر وہ خاموش ہو جاتا ہے اور پھر نہیں بنا سکتا کہ انسان آگے چل کر کس صورت میں تبدیل ہوگا۔ اور اس کی کیا حالت ہوگی مگر وہ اس قدر اقرار ضرور کرتا ہے کہ دنیا ہیں زندگی کے مدارج اور اس کی ترقی کے مدارج بے شمار ہیں۔“

ہیں:”ڈاروِن۔ ہکسلے در ہربرٹ سپنسر یہ سب کے سب ایک ہی مدرسہ کے ہیں اور سب ہی ایوبیوشن کے خیال کے دلدادہ

ہیں۔ ان کی تعلیم صرف جزوی طور پر صحیح ہے۔"

وشنو: "اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں غلطی بھی ہے۔"

میں: "اس میں شک ہی کیا ہے۔ اگرچہ یہ سب حقیقت کی چھان بین میں لگے ہیں۔ اس لئے ان کی تمام کوششیں اور تمام تحقیقاتیں قابل تعریف ہیں۔ اور ہم کو کسی حد تک سچائی کے سمجھنے میں ان سے مدد ملتی ہے۔"

وشنو: "آپ کس طرح اس کو مکمل بنا سکتے ہیں؟"

میں: "جس طبقہ میں ان سائنس دان فلاسفروں نے کام کیا ہے وہ صرف خارجی دنیا میں ہے اور اس میں بھی صرف جو حصہ ان کے سامنے آیا۔ اسی پر غور کیا۔ باقی کو نظر انداز کر دیا گیا۔ اگر کسی حکمت سے وہ سامنے آ جائے تو ابھی یہ تعلیم مکمل ہو سکتی ہے۔"

وشنو: "لیکن شیوجی! آپ برا نہ مانئے گا جس چیز کو ہم دیکھ ہی نہیں سکتے اس پر کیسے یقین کر لیں؟"

میں: "بیشک یہ ضروری بات ہے کہ ہم کو بلا سمجھے بوجھے کسی بات پر یقین نہ کرنا چاہیئے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی سوچ لینا لازمی ہے کہ ہم بہت سی چیزوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ مگر وچار کرنے ان کی ہستی کو محسوس کر سکتے ہیں۔ محض دیکھنے ہی پر گیان کا دار و مدار نہیں ہے۔ دیکھنا۔ سننا۔ چکھنا۔ چھونا۔ سونگھنا یہ سب علم کے ذریعہ ہیں۔ اور پھر سوچنا وچارنا بھی ضروری بات ہے۔ تم آواز کو دیکھ نہیں سکتے لیکن سن سکتے ہو۔ سننا علم ہے۔ تم مٹھائی کی لذت

دیکھ نہیں سکتے لیکن چکھ سکتے ہو۔ چکھنا علم ہے تم کسی چیز کی نرمی و سختی کو دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن ہاتھ سے چھو کر معلوم کر سکتے ہو۔ چھونا علم ہے۔ تم پھول کی خوشبو کو دیکھ نہیں سکتے لیکن سونگھ سکتے ہو۔ سونگھنا علم ہے۔ اسی طرح کتنے مضمون ایسے ہیں جو محض دل کے غور و فکر سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے دل میں غور کر کے ایک نتیجہ پر پہنچنا بھی علم کا ذریعہ ہے۔ آکاش کو کوئی دیکھ نہیں سکتا مگر وچار کر جان سکتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ جو چیز نظر نہ آوے اس کی ہستی کو تسلیم نہ کرنا۔ دراصل میری دانست میں یہ غلط خیال ہے۔ بہت سی چیزیں ہیں جو نظر نہیں آتیں مگر وہ دنیا میں ہیں۔ اور ان کی ہستی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔"

وشنو "بھلا وہ کیا چیز ہیں؟"

"میں ۔ سنو! روحانی طبقات کے لطیف سامان تک تو تمہارا قیاس مشکل ہی جائے گا۔ اسی دنیا میں دیکھو جو چیز بہت نزدیک ہے نظر نہیں آتی۔ مثلاً آنکھ کا سرمہ جو بہت دور ہے وہ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ جیسے رشی کیش سے سادھو کا دفتر۔ جو بہت باریک و چھوٹی ہے وہ بھی ہم نہیں دیکھ سکتے۔ مثلاً پانی کے ذرات جو بھاپ کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں جو کسی وجہ سے پردہ میں آگئی ہے۔ جیسے یہاں سے لچھمن جھولا کا پل جو پہاڑ کی دوسری طرف واقع ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی آٹھ چیزیں ہیں جن کا دیکھنا ہمارے امکان میں نہیں ہے۔ مگر کیا تم کہہ سکتے ہو کہ وہ نہیں ہیں؟"

وشنو۔ بات چیت میں نفس مطلب جاتا رہتا ہے جو آپ فرماتے ہیں سب سچ ہے۔ اب پھر اسی مضمون کی طرف رجوع کیجئے جس کی تعلیم مغربی علماء نے ایولیوشن کے سلسلہ میں دی ہے

شیو: جس کو تم ایولیوشن کہتے ہو وہ نہ صرف یورپ کے حکماء کی تعلیم میں موجود ہے بلکہ ہمارے رشیوں کی مذہبی تحقیقات کی بنیاد بھی اسی میں ہے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ اس پر لوگ غور نہیں کرتے۔

وشنو: بیشک پڑھے لکھے ہندو بھی سخت غلطی کر رہے ہیں لیکن اس پر غور کرنے کی اس وقت کیا ضرورت ہے۔ آپ مجھ کو سب سے پہلے مسئلہ ایولیوشن سمجھائیے۔ جیسا کہ ڈارون ہکسلے و سپنسر وغیرہ نے تعلیم دی ہے۔

شیو: اگر تم بہت غور سے سنو۔ میں ان کی تعلیم کا لب لباب بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ ایولیوشن کے معنی انگریزی لغات میں نمائش کھولنا، دکھلانا، واظہار اور نمود کے ہیں۔ مگر جس مادہ سے یہ لفظ نکلا ہے۔ اس سے باہر کی طرف ڈھکیلنے سے مراد ہے۔ مغربی حکماء اس بات پر کم غور کرتے ہیں کہ خلقت کس طرح ہوئی۔ ان کے تحقیقات کی ابتدا وہاں سے ہوتی ہے جہاں زندگی محسوس صورت اختیار کر لیتی ہے۔

سائنس دان کہتے ہیں کہ ابتدا میں تمام کائنات مدتوں پگھلے ہوئے دھات کی حالت میں تھی۔ اس میں گرمی بہت تھی رفتہ رفتہ اس میں ٹھنڈک آنے لگی۔ شروع میں زمین کی گرمی کھوتے ہوئے پانی

سے پندرہ ہزار گنا زیادہ گرم تھی۔ اس وقت مادہ نہایت لطیف اور باریک ذرات کی صورت میں تھا۔ جب زمین قدرے ٹھنڈی ہو کر سخت ہونے لگی اسی وقت سے ان میں زندہ وجود نظر آنے لگے۔ سب سے پہلے قطبین کے حصے سخت ہوئے تھے اس لئے ان میں زندگی کے علامات پیدا ہوئے۔ اور جس جس طرح زمین سرد اور سخت ہوتی گئی اور وہ خط استوا کی طرف بڑھنے لگے۔

ابتدائی زندگی بہت ہی سادہ تھی۔ بتدریج کیمیائی عمل سے ان میں نشو و نما ہوتا گیا۔ ان سادہ زندگیوں کے لئے انگریزی "پروٹوپلازم" وغیرہ مستعمل ہیں۔ یہ ترقی پا کر قطبین کے سمندروں کے ہاتھ میں ایسے نباتات کے شکل میں تبدیل ہوئے جو غیر محسوس تھے۔ وہ سمجھتے ہیں زندگی کی ابتدا پہلے نباتات میں ہوتی ہے۔ پھر یہ بڑھنے لگتے ہیں۔ ان کی رفتہ رفتہ دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ ایک سے تو بڑے بڑے درخت گھاس پھوس نارجیل وغیرہ پیدا ہوتے اور دوسری سے سپنج و مونگے کے جانوروں میں تبدیل ہوتے ہیں۔ اور انہی سے مچھلی کیڑے مکوڑے۔ کیکڑے ککڑی۔ گھونگے اپنی اپنی باری پر پیدا ہوتے ہیں۔

مچھلی بیشمار قسموں کی ہیں۔ یہ مچھلیاں پھر ایسی شکلوں میں تبدیل پاتی ہیں جو خشکی اور پانی دونوں میں رہنے کے قابل ہیں مثلاً مینڈھک۔ مینڈکی وغیرہ مچھلی ہی سے سانپ چھپکلی۔ گھڑیال کچھوے نکلتے ہیں۔ ابتدا میں مچھلیاں بغیر ہڈی کے تھیں۔ پھر ان میں پیٹھ کی ہڈی پیدا ہوئی ہے۔ انہیں مچھلیوں سے مختلف پرند

بنے مچھلیاں خود پانی کے باہر اڑنے کی شائق رہتی ہیں۔ ان کے بینے پروں کی شکل میں نشو و نما پا گئے۔ مچھلیوں ہی سے رفتہ رفتہ دودھ پینے والے جانور آتے ہیں۔ ایولیوشن والوں کے ان کی دو قسمیں بیان کی ہیں ان دو قسموں میں ایک وہ ہیں جو "مونوٹرنمبر" کہلاتے ہیں۔ ان کا آلہ ہاضمہ اور آلہ تولید ایک ہی ہوتا ہے یہ اسٹریہ میں اب تک موجود ہیں۔ دوسرے "مرسیبوپیلیز" جن کے جسم میں ایک چمڑے کا تھیلہ رہتا ہے۔ جیسے کنگرو وغیرہ یہ بھی صرف آسٹریلیا میں ہیں۔ اور ملکوں میں معدوم ہو گئے ان کے سوا دودھ پینے والے جانوروں کی ایک تیسری قسم بھی ہے جو "پلیسنٹل" کہلاتے ہیں۔ ان کے بچے نشو و نما یافتہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں ہویل مچھلی گھوڑے۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکری ہاتھی۔ شیر کتے بلی اور تمام گوشت خوار جانور شامل ہیں۔ خرگوش چوہے وغیرہ بھی اسی فہرست میں آجاتے ہیں۔

جب زندگی اتنے مدارج طے کر لیتی ہے تب ان ہی میں سے شمپنزی۔ بندر۔ بن مانس وغیرہ پیدا ہو کر جنگلی آدمیوں کی صورت میں تکمیل پاتے ہیں۔ جتنی دنیا میں وحشی قومیں نظر آتی ہیں۔ ان سب کا شمار انہیں میں ہے۔ پھر بھی ترقی پا کر مہذب اور شائستہ انسان بنتے ہیں۔ جیسے کہ آج کل کے ترقی یافتہ ملکوں کے باشندے ہیں۔

ایولیوشن والوں کے خیال کے موجب زندگی پہلے پانی میں غیر محسوس نباتات کی شکل میں پیدا ہوئی اور بتدریج انسان

حالت میں عروج پایا جس جانور نے پہلے پانی میں سب سے حقیر و ادنیٰ قسم کی زندگی کا اظہار کیا تھا اس کو "پروٹوزا" کہتے ہیں۔ ظاہرا اس میں کسی قسم کے حواس کا احتمال نہیں ہوتا مگر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس میں بیج روپ بن کر موجود نہیں رہتے کیونکہ اگر اس میں نہ ہوتے تو مزید تکمیل کس طرح ہوئی ہوتی۔ یہ ایولیوشن مسئلہ بھی نہایت ہی عجیب و غریب ہے۔ یورپ کے حکماء نے بڑی بڑی ضخیم کتابیں اس مضمون پر لکھی ہیں۔ اور اب بھی ان کی تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے مگر ایولیوشن کا سائنس انسان تک پہنچ کر آگے کا پتہ نہیں دے سکتا۔

میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ بہت مختصر ہے۔ اس کے سلسلہ میں کیا جانے کتنے جانور ایسے ہوئے ہیں جو اب معدوم ہو گئے بہتوں کا پتہ نہیں۔ بہتوں کی ہڈیوں کے ڈھانچے برف میں دبے ہوئے پائے گئے ہیں۔ بہت سے جانور اب بھی ایسے عجیب و غریب ہیں جو اپنے جسم کے کسی حصہ سے غذا جذب کرتے ہیں۔ ان کو "موزن" کہتے ہیں۔ بہت سے جانور ایسے ہیں جن کے مختلف ٹکڑے کر دو اور وہ سب کے سب مختلف و متعدد جاندار ہو جائیں گے۔ اور ادر چلنے پھرنے کھانے پینے لگیں گے۔ بعض جاندار ایسے ہیں۔ کہ جن کے اندر و باہر کا جسم بالکل تھیلے کی طرح ہے تم ان کو الٹ دو اور وہ پھر بھی چلتے پھرتے نظر آئیں گے۔ کوئی کہاں تک بیان کرے خلقت کی داستان عجیب و غریب اور بے پایاں کنار ہے۔ تم کو بہت سے درختوں میں سینکڑوں جانور ملیں

گے جوان کے پتوں میں چھپے رہتے ہیں۔ تمہارے جسم میں خود کتنے قسم کے "جون" پیدا ہوتے ہیں۔ جانوروں کے جسم پر بھی ایسے جون پیدا ہوا کرتے ہیں۔ کتنے اس قسم کے ہیں جو پہاڑوں کے پتھروں سے چمٹے رہتے ہیں۔ بعض پانی کی کائی میں ہوتے ہیں غرضیکہ ان کا حساب کوئی نہیں لگا سکتا۔ نہ ٹھیک ٹھیک بنا سکتا ہے۔ یورپ کے علماء نے مختلف شاقہ کر کے ایک مسلسل زنجیر تیار کی جس کی بے شمار کڑیوں کا پتہ لگایا۔ بہت سی کڑیاں ان کو نہیں ملیں اور اب تک وہ اس بات کی بھی وضاحت نہیں کر سکے کہ بندر اور انسان کے درمیان کون سی کڑی تھی۔ جواب نظر نہیں آتی۔ یہ ایولیوشن کی مختصر کہانی ہے۔"

وشنو۔ "ایولیوشن واقعی نہایت دلچسپ مضمون ہے۔ اور اس مضمون کی کتابیں واقعی مطالعہ کے قابل ہوں گی۔ دیکھئے ان کی تحقیقات کیسی اچھی ہے۔ مانا وہ مکمل نہ ہو مگر جوابات ہے تلی اور جنچی ہوئی۔ ہمارے یہاں محض وشواس کے اوپر دار و مدار ہے۔"

میں۔ "وشنو جی! یہاں تم نے بھی غلطی کی۔ ہندوؤں کے مذہب میں سائنس۔ فلسفہ اور دھرم ساتھ ساتھ چلتے ہیں ان کے تحقیقات کم نہیں تھے۔ ہاں زمانہ کے ہیر پھیر سے کتب خانے جلا دیئے گئے۔ درس و تدریس کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔ اس وقت جو جس کے جی میں آوے کہہ لے۔ ورنہ زندگی کے متعلق کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کو ہندو دھرم نے

حل کر گئے نہ رکھ دیا ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ سانکھیہ اور ویدانت کیسے مکمل سائینس اور فلسفے ہیں۔ یورپ اب تک ان کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکا ہے"

وشنو: "یہ صحیح ہے مگر آپ کے یہاں ایولیوشن کے متعلق کیا معلومات ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ایسی زبردست تعلیم ہندوؤں میں پہلے رہی ہوگی"

میں: "مغربی اور مشرقی طرز بیان اور طرز تحقیقات میں ہمیشہ سے اختلاف رہا ہے۔ مغرب کے لوگ خارجی اشیاء پر غور کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں اندرونی باتوں کی طرف دھیان دیا جاتا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا سبب اختلاف کا ہے۔ ان کی نگاہ جسم پر رہتی ہے۔ ہماری روح کی طرف رہتی ہے۔ ورنہ یہاں بھی سوچنے کے لئے کم سامان نہیں ہے۔ کیا کشیر ساگر کا دلفریب سین جو پورانوں میں دکھلایا گیا ہے اس پر کم روشنی ڈالتا ہے پانی کے اندر وشنو بھگوان کا رہنا ساتھ ہی شیش ناگ۔ لکشمی۔ گرڑ کا ہونا۔ ان کی نابھی سے کنول کا نکلنا۔ کنول سے برہما کا ہاتھوں میں وید لئے ہوئے پیدا ہونا ایولیوشن کی اصلیت کو نہیں ظاہر کرتا؟ اس تصویر پر غور کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ زندگی پانی سے آئی ہے اور مصور اس کو اختصار کیسا تھ دیکھنے والوں کی کی نگاہ کے سامنے اصلیت کے نقشہ کو پیش کر رہا ہے۔ یہ شاعرانہ طرز بیان ہے۔ یورپ کے لوگ نثر پسند ہیں۔ وہ زیادہ وضاحت و تفصیل میں جاتے ہیں۔ نظم میں صرف اصلیت کی روح رہتی ہے

اتنا فرق ہے۔"

وشنو "واہ شیوجی! کیوں نہ ہو۔ تم نے بھی خوب معنی پہنائے۔ پوران کی تعلیم میں ایولیوشن کی جھلک دکھانا تمہارا ہی کام تھا۔ لیکن اس کو کون صحیح باور کریگا۔

میں "مجھ کو اس کی پرواہ نہیں ہے۔ اس کو چاہے کوئی صحیح سمجھے یا غلط۔ میں نے جو سمجھا۔ تم سے بیان کر دیا مانو چاہے نہ مانو۔ اس کے لئے جبر یا سختی نہیں کی جاتی۔ ہر شخص کو خیال کرنے اور خیال کے ظاہر کرنے کا استحقاق ہے۔"

وشنو "مگر پھر بھی اتنا تو ہونا چاہئے کہ کچھ اصلیت کا پتہ لگ جائے۔"

میں "وشنو بھگوان سنو۔

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
گر نبشت است پند بر دیوار

اصلیت تو ذرہ ذرہ میں ہے۔ مگر نگاہ چاہئے۔ ہم تم کو آج رشی کیش میں بیٹھے ہوئے گپ شپ کر رہے ہیں۔ اگر دیوتا تمہارے یہاں ہوتے تو مست ہو کر ناچنے لگ جاتے۔ جس کا دل جس قدر کھل گیا ہے اور صاف ہو گیا ہے۔ اسی قدر اس میں اصلیت کے نور کا عکس پڑتا ہے۔ اگر وہ صاف و شفاف نہیں ہے تو ساری کوشش فضول ہے۔

وشنو "معقول۔ لیکن ہم ایسوں ہی کے لئے مہاتماؤں نے تالیف و تصانیف کا سلسلہ جاری کیا۔ کیا آپ کی دانست

میں ایوولیوشن کے تائیدی مضامین ہمارے یہاں نہیں ہیں"

میں "وہ ہیں"

وشنو "پھر براہ کرم کچھ تھوڑا بہت اور فرمائیے"

میں " تم نے سنا ہوگا۔ اکثر ویشنو سادھو گایا کرتے ہیں :-

" مچھ - کچھ - باراہ نروتم پرشوتم کو دھیان ہر ٹو"

وشنو " ہاں میں نے سنا ہے"

میں " یہ مصرعہ ایوولیوشن کی تائید بڑی خوبصورتی اور وضاحت کے ساتھ کرتا ہے۔

وشنو " ہاں کیسے"

میں " ابتدا میں مچھ اوتار ہؤا۔ جو مچھلی ہے اور پانی میں رہتی ہے۔ اس کے بعد کچھ یعنی کچھوا آیا جو پانی اور خشکی دونو کا جانور ہے۔ کچھوے نے نشو و نما پاکر باراہ کی صورت میں تبدیلی پائی جو جنگلی جانور ہے اور جنگل میں رہتا ہے جب اس کو نشو و نما ملا یہی نرسنگھ کی صورت میں نمودار ہؤا۔ جس میں جانوروں کی غضبناکی کے ساتھ انسان کی دبی ہوئی قابلیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ نرسنگھ سے باؔمن پیدا ہؤا جو بہت چھوٹا انسان ہے۔ اس میں جہاں ابھی انسانیت کی پوری صورت و شکل آئی ہے۔ مگر جانوروں کی مکاری کا زیادہ حصہ موجود ہے باؔمن سے پرسرام آتا ہے۔ اب اس شخصیت میں زندگی نے انسان کی ظاہری صورت مکمل طور پر حاصل کر لی۔ مگر اس میں

دماغ اور عقلی قوئے کی بہت کمی ہے۔ حد درجہ کا غضبناک۔ غصہ در حیوانی جذبات کا غلام ہے۔ پرسرام سے رام آتے ہیں۔ یہ سیدھے سادے آدمی ہیں۔ جو بات سچی ہے وہ سچی ہے ایمانداری نیکی اور دھرم کی مجسم تصویر۔ نروں ہیں اُتم۔ نہ چھل نہ فریب نہ کپٹ۔ سادگی و قناعت کوٹ کوٹ کر بھری ہے مصیبت کے وقت بھی دھرم کے پہلو کو ہاتھ سے نہیں دیتے رام کے بعد کرشن پیدا ہوتے ہیں۔ یہ انسانوں میں باکمال سولہ کلہ کا ظہور قابل تعظیم شخصیت۔ پرشوتم۔ موقع و محل کی سمجھ رکھنے والے جس کی نگاہ کے سامنے زمین و آسمان کی تمام جانبیں ہر وقت موجود رہتی ہیں۔ مدبر۔ دانشمند یوگی۔ گیانی۔ روشن ضمیر دلیر اور شور بیر۔ حکمت عملی سے کام لینے والے۔ دھرم کی اصلی مراد کے سمجھنے والے کرشن میں آکر ایولیوشن انسانی کمال کا کرشمہ دکھلاتا ہے اور اس مبارک شخصیت کے کارناموں کے پڑھنے سے پتہ لگتا ہے کہ مکمل انسان کے اوصاف ہیں۔ کرشن کی مزید تکمیل بادھ کی شخصیت میں ہوتی ہے۔ پرسرام تک صرف جسمانی ایولیوشن تھا۔ رام میں روحانیت کی ابتدا ہوئی حاصل کیا جس نے کھلم کھلا تعلیم دی ہے کہ مادہ کی زندگی صرف بھرم ہے۔ روح کے سوا اور کچھ نہیں شنکر نے بھی اس صدا کو بشکل دیگر سن کر اپنے آواز سے تمام بھارت کو گونج دیا۔ اور آج تک وہ ہر در و دیوار سے سننے میں آرہی ہے۔ ظاہری صورت میں ہندو مذہب نے ایولیوشن کی ترقی اس درجہ تک دکھا دی

رام میں دل نے طاقتوں کا نشو نما ہوا۔ کرشن میں دل و دماغ نے
مکمل کر تکمیل کا درجہ حاصل کر لیا۔ بدھ میں دماغ نے بلند پروازی
دکھلائی اور بدھی کا رتبہ حاصل کر لیا۔ تم ذرا توجہ کے ساتھ سوچو یہ
ہندو دھرم میں بنوع دیگر ایولیوشن کی تعلیم ہے اب غور کرو۔
کہ اس میں تفصیلی و توضیحی کڑیاں نہیں ہے؟"

وشنو۔ مہاراج! میں اس کو سن کر بہت خوش ہوا۔ واقعی
ہندو مذہب دنیا میں سب سے زیادہ مکمل دھرم ہے اور اس
میں ہر قسم کے سوچنے کا سامان موجود ہے۔

میں۔ اگر ایولیوشن جیسا میں نے پہلے کہا ہے صرف جزدی
سچائی کا اظہار کرتا ہے۔ یہ دائرہ کا چھوٹا ٹکڑہ ہے۔ مکمل دائرہ
اس سے نہیں بنتا۔ نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا کی۔ درمیان کی
کڑی پکڑ لی اور اسی میں جھول رہے ہیں یوروپین حکماء نے
غور و تفحص کو موقوف نہیں کیا۔ دوسرے لوگ قیاسی گھوڑے
دوڑا رہے ہیں۔ انہی پر کیا موقوف ہے۔ تم نے کبیر صاحب کا
بھجن ابھی ابھی سنا ہے۔

شیو۔ اج۔ وشنو۔ سوریش۔ سارو نج نج مت انمانی ہو۔
سب کے قیاسی گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔"

وشنو۔ کیا آپ ان باقی ماندہ ٹکڑوں پر بھی کچھ روشنی
ڈالیں گے؟"

میں۔ آج بہت دیر تک گفتگو ہوئی۔ اب کل اور بات چیت
ہوگی؟"

بعد اس کے ہم دونو آدمی دریا کے کنارے سے قیام گاہ پر آئے اور ضروری کاروبار کی طرف متوجہ ہوئے۔

رشی کیش کی تیسری صبح

تیسری صبح ہوئی ہم بدستور گنگا کے کنارے پہنچے۔ آج آسمان پر کچھ بادل چھائے ہوئے تھے۔ دھاڑ وہوا بہ رہی تھی۔ گنگا کا پانی کسی قدر مٹی لئے ہوئے تھا۔ پہاڑ پر کبھی کبھی پانی برس جایا کرتا ہے۔ کون جانے اس دن بھی برسا ہو۔ کیونکہ ہوا میں سردی زیادہ تھی۔ تاہم وہ ناخوشگوار نہیں تھی۔ دریا کے کنارے آج کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ مگر چھین جھولا کے مندر کے شنکھ و گھنٹے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ہم دونو آدمیوں نے اسنان اور سندھیا سے فرصت حاصل کی۔

وشنو نے کہا۔ آج بھجن گانے والے نے ابھی تک اپنا راگ الاپنا شروع نہیں کیا۔

میں نے جواب دیا۔ شاید ابھی بہت سویرا ہے خواہ سردی کی وجہ سے وہ اب تک بیدار نہیں ہوا۔ مگر یہ مشکل ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ صبح ہی جاگ اٹھتے ہیں اور نیتہ کرم میں لگ جاتے ہیں۔ ابھی مشکل سے یہ لفظ میری زبان سے برامد ہوئے تھے۔ کہ بیر صاحب کے بھجن کی صدا مقابل کی سمت سے شروع ہوئی۔

بھجن

دیکھو جگ بورانا سادھو گورو کا نام نہ جانا

(۱) ہندو کہت ہیں رام ہمارا مسلمان رحمانا
آپس میں دوا و لڑے مرت ہیں و بدھا میں لپٹانا
سادھو دیکھو جگ بورانا

(۲) بہت ملے موہی نیمی دھرمی پرت کریں اسنانا
آتم چھوڑ پکھاڑے پوجیں ان کا تھوتھا گیانا
سادھو۔ دیکھو جگ بورانا۔

(۳) ایک جو کہیے پیرا و لیا پڑھیں کتاب قرآنا
کریں مرید قبر بتلاویں وہ بھی خدا نہ جانا
سادھو۔ دیکھو جگ بورانا

(۴) ہندو کی دیا مہر ترکن کی دونو گھر سے بھاگی
وہ ذبح کریں یہ جھٹکا ماریں آگ دواؤ گھر لاگی

(۵) یا بدھ ہنست چلت ہیں ہم کو آپ کو کہاویں سیانا
کہت کبیر سنو بھائی سادھو ان میں دیوانا
سادھو۔ دیکھو جگ بورانا

گانے والا بہت دیر تک گایا گیا۔ آج اس نے کئی بھجن گائے لیکن چونکہ ہمارے لئے وہ بالکل نئے تھے۔ یاد نہ رہ سکے۔ جب اس کی آواز بند ہوئی وشنو جی مسکراتے ہوئے میری طرف مخاطب ہوئے:۔

"کیوں مہاراج! آج آپ کا وعدہ ہے کل آپ نے ایولیوشن یعنی مسلہ ارتقا پر کچھ بیان کیا تھا۔ فرمایئے آج بھی کچھ بچن امرت کی دھارہ جاری ہوگی یا نہیں؟"

میں "آپ جو کچھ پوچھو۔ اگر معلوم ہے تو کہہ دوں گا ورنہ معذوری اور معافی۔"

وشنو "کل آپ نے پرانوں کی تعلیم میں ایولیوشن کی موجودگی دکھلائی تھی۔ میرے دل نے اس کو قبول کر لیا۔ واقعی جو کچھ ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے صحیح لکھا ہے۔ ان میں ہر قسم خیال کے لوگ تھے صرف طرز بیان کا اختلاف ہے آپ نے فرمایا تھا۔ وہ زنجیر کی صرف ایک کڑی ہے۔ باقی اور کڑیوں کی صراحت فرمایئے۔"

میں "تم سوال کرو میں صرف جواب دونگا۔ مجھ کو لیکچر دینا نہیں آتا۔"

وشنو "اچھا یہ فرمایئے یہ سرشٹی کیوں ہوتی ہے؟"

میں "مجھ میں اس سوال کے جواب دینے کی طاقت نہیں ہے۔ کسی نے آج تک اس معرکہ کو حل نہیں کیا۔ انسانی دماغ کا ہاتھ نہ کبھی اس گتھی کو سلجھا سکا اور شائد کبھی سرشٹی کی تواریخ میں ایسا وقت بھی نہ آوے گا۔ جب اس راز کا اچھی طرح انکشاف ہوگا۔ حکمت و فلسفہ یہاں آکر دم بخود ہو جاتا ہے لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیدائش عام قدرت کا فطرتی فعل ہے۔ مگر یہ کافی جواب نہیں ہے۔ عام انسان کہا کرتے ہیں سرشٹی پرواہ روپ سے

نادی ہے۔ مگر اس سے کیا اطمینان ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس بات کو تو تم ہمیشہ کے لئے جانے دو۔

کہ کس نکشود و نکشاید بہ حکمت این معمہ را

ہاں اور جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو"

وشنو" نظام کائنات میں صرف ایک اصول یا تتو کام کرتے ہیں یا دو نہیں ہیں؟"

میں" اس مسلہ پر ہمیشہ سے بحث ہوتی چلی آئی ہے اور گو علماء نے اس کے متعلق قطعی فیصلہ دیدیا ہے۔ مگر مختلف طبقات میں قائم ہونے قائم کئے جانے کے سبب سے انسانی گروہوں کے درمیان اب تک اس پر بحث چلی آتی ہے۔ اور شائد برابر جاری رہے گی۔ ایک گروہ کہتا ہے۔ ایشور۔ جیوا اور پرکرتی یہ تین ہیں۔ کیونکہ جب تک یہ تینوں موجود نہ ہوں کبھی سرشٹی ہو نہیں سکتی۔ یہ نیائے والوں کا مت ہے یہ اقانیم ثلاثہ کے معتقد ہیں۔ ایک کا خیال ہے۔ صرف دو ہیں۔ پرش اور پرکرتی۔ پرش جیو ہے اور پرکرتی مادہ ہے۔ ان دونوں کے ملاپ سے دنیا کا کاروبار جاری رہتا ہے۔ تیسرے کی ضرورت نہیں ہے یہ اصل دویت واد ہیں اور قانیم ثنیہ کے معتقد و مقلد ہیں۔ یہ سانکھ مت کے پیرو کار ہیں۔ یہ کپل رشی کپل کا سدھانت ہے ایک اور گروہ ہے جو کہتا ہے۔ صرف ایک ہی تتو یعنی ایک ہی جوہر ہے۔ دو یا تین نہیں۔ اور اسی میں سرشٹی ہوتی ہے۔ یہ ادویت واد معتقد ہیں اور مسلۂ توحید کے ماننے والے ہیں یہ وید انت

وشنو:- "ان میں سچا کون ہے؟"
میں:- "اپنے اپنے طبقہ میں سب صحیح اور سچے ہیں"
وشنو:- "یہ کبھی ممکن نہیں!"

میں:- بھولے بھالے۔ وشنو جی! اگر ذرہ نگاہ کو وسیع کر کے دیکھو تو تم کو اصلیت کا پتہ لگ جائے۔ جو ابھی روحانی نگاہ سے بچے محض ہیں۔ جو ذرہ عقلی نشوونما کے طبقہ میں آجاتے ہیں ان کی حالت دگرگوں ہو جاتی ہے۔ جو عارف اور گیانی ہیں ان کی کیفیت کچھ اور ہی ہے۔ کیا تم ان میں سے کسی کو غلط کہہ سکتے ہو؟ یہ سب اپنے طبقہ اور عقل کے موافق صحیح ہوتے ہیں"

وشنو:- "سچ ہے تاہم سچائی جب ہو گی ایک ہی ہو گی"

میں:- "معقول۔ مگر سچائی کے پہلو ہوتے ہیں۔ جو جس پہلو کو دیکھتا ہے ویسے ہی رائے قائم کرتا ہے۔ اس دنیا میں تاوقتیکہ انسان کے نگاہ کے سامنے سب پہلو نہ آجائیں اس کو کوئی مجاز نہیں کہ دوسروں کو غلط کہہ سکے۔ گفتگو جب ہو گی نسبتی لحاظ نگاہ سے ہو گی۔ اور اس لئے یہاں ست اَست کا گیان بھی طرح طرح ہوتا ہے"

وشنو:- "مگر ان میں سے آپ کس کو وسیع نظر کہتے ہو؟"

میں:- "دیدانت کی سمجھ رکھنے والوں کا طبقہ ان سب میں اونچا ہے"

وشنو:- "خیر! ایک بات تو ہو گئی میں تھوڑی دیر کے

ہوئے ماننے کو تیار ہوں کہ نظام کائنات میں ویدانتیوں کی رائے کے موافق ایک ہی جوہر ہر جگہ کام کرتا ہے۔ لیکن اس کا ثبوت کیا ہے؟"

میں: "سب سے پہلے تم اپنے آپ کو کسی ایک طبقہ میں قائم کر لو تب میں تمہارے سمجھانے کی کوشش کروں۔"

وشنو: "سمجھ لیجئے۔ میں اس وقت بالکل مادی نقطہ نگاہ سے گفتگو کر رہا ہوں۔"

میں: "بہت خوب! کسی ایک چیز کا نام لو جو تمہارے ذہن میں آوے اور میں تم کو اسی کی مختلف حالتوں میں یکسانیت دکھا دوں گا۔"

وشنو: "دیکھئے اس وقت ہمارے سامنے مقدس گنگا کی دھار بہ رہی ہے۔ آپ پانی کی مثال لے کر مجھ کو سمجھائیے۔"

میں: "جس کو تم پانی کہہ رہے ہو۔ اس کی تین حالتیں تم نے دیکھی ہیں۔ برف۔ پانی اور بخارات ان تینوں میں ایک ہی جوہر موجود ہے۔ برف پانی کثیف اور ٹھوس ہے۔ پانی لطیف سیال اور رقیق ہے۔ بھاپ اس سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ ان پر اگر اچھی طرح غور کروگے تو اصلیت سے خالی نہ رہوگے۔"

وشنو: "واقعی یہ تو کچھ سمجھ میں آتا ہے۔ تینوں جوہر میں ایک ہیں۔ مگر بھی جدا جدا ہیں۔ برف پانی نہیں ہے۔ پانی بھاپ نہیں ہے۔ بھاپ پانی اور برف نہیں ہے۔ لیکن کیا یہی اصول اور تینوں میں بھی کام کرتا ہے؟"

میں :- ہاں "

وشنو :- کس طرح "

میں :- سنو۔ مقدس کتابوں میں لکھا ہے۔ ابتدا میں صرف آکاش تھا۔ اس آکاش میں ہلور پیدا ہؤا۔ اس نے ہوا کی شکل اختیار کی۔ جب ہوا میں ہلور ہوا۔ وہ اپنی باری پر آگ بنا۔ آگ نے ہلور کی وجہ سے پانی کی شکل اختیار کی اور جب پانی جھکولے لینے لگا۔ اس میں سے مٹی پیدا ہو گئی۔ یہ پانچ تتوں کے بننے کی مختصر تواریخ ہے۔ تم دیکھو۔ یہ سب جدا جدا ہیں۔ مگر اصل میں ایک ہیں۔ ہوا آگ۔ پانی سب آکاش ہیں۔ ان سب میں وہ محیط ہے کیونکہ وہ مادہ کی سب سے زیادہ لطیف حالت ہے۔ ہر ایک چیز نیچے اور اپنے نیچے منڈل میں محیط ہے۔ یعنے جہانتک مٹی کا تعلق ہے۔ پانی مٹی کے طبقہ میں اور پانی کے طبقہ میں محیط ہے۔ جہانتک پانی کا تعلق ہے۔ اگنی پانی کے منڈل میں اور اپنے منڈل میں محیط ہے۔ جہانتک اگنی کا تعلق ہے۔ ہوا اگنی کے منڈل میں اور اپنے منڈل میں محیط ہے۔ اسی طرح آکاش اپنے اور نیچے کے منڈلوں میں محیط ہے۔ یہ سب منڈل اصلیت میں آکاش کے ہیں اور آکاش ہیں۔ شائد کسی قدر تم میں اصلیت کی سمجھ اب آجاوے گی +

وشنو :- یہ سچ ہے۔ لیکن آپ نے ابھی فرمایا ہے۔ کہ آکاش میں ہلور پیدا ہونے سے پیدا ہوئی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی اور چیز بھی تھی جس نے آکاش کو

حرکت دیا"

میں "بیشک - لیکن آپ بھول گئے - آپ کو صرف مادہ کے طبقہ میں رہ نظر ڈالنا چاہیئے تھا - خیر یہاں تو آپ سمجھ گئے - اب اینده سوال کیجیئے"

وشنو" وہ کیا چیز تھی جس نے آکاش کو حرکت دیا"

میں " وہ پران تھا - پران ایک طرح کی طاقت ہے - جو محیط عالم ہے"

وشنو " دیکھیئے دو چیزیں ثابت ہو گئیں اب نہ کہہ گا سر شٹی میں ایک ہی تتو ہے"

میں " بجا ہے - صحیح ہے - لیکن ابھی تک آپ اوپر نہیں چڑھے صرف مادہ کی حالت دکھائی گئی ہے - کل روحانی طبقہ کے متعلق گفتگو کرنا تب تم اچھی طرح سمجھ جاؤ گے اور اس کے سلسلہ میں ایولیوشن کے باقیماندہ حصہ کے سمجھانے کی بھی کوشش مدنظر رہے گی"

رشی کیش کی چوتھی صبح

ابھی رات باقی تھی کہ وشنو اور ہم دونو اُٹھ کھڑے ہوئے ہوا زور سے چل رہی تھی - کچھ سردی بھی تھی - آسمان پر بادل تھے

وشنو نے کہا۔ شیو جی! آج طبیعت چاہتی ہے کہ لچھمن جھولے کی سیر کریں۔ اور آپ کی زبان سے سنیں کہ یہ جیو کیسے پیدا ہے۔ اور ایشور و جیو میں بھید کیا ہے۔ مایا کیا ہے۔ کیسے یہ جیو پیدا ہوتا ہے۔ کرم کتنے قسم کے ہوتے ہیں۔ اور جیو کس طرح لوٹ کر اپنے گھر جاتا ہے۔

میں نے وشنو جی! تم یکبارگی اتنے سوال کر بیٹھے ہو۔ کہ جن کا جواب دینا مشکل ہے۔ ایک ایک سوال ایک ایک دن کے لئے رکھو۔ تب وضاحت سے گفتگو ہو سکے گی۔ اور تم کچھ اصلیت کو سمجھ بھی سکو گے"۔

وشنو نے بھگوان! اب وقت نہیں رہا ہے۔ تین دن گذر گئے۔ آج لچھمن جھولے ہو آئیے۔ کل یہاں سے کوچ کر دینا چاہیئے۔ آپ کو بھی گھر جانا ہے اور پھر اپنے رسالہ سادھو کی بھی فکر کرنی ہے۔ یوں تو جب تک آپ کا ساتھ ہے کچھ نہ کچھ بات چیت ہوتی رہے گی۔ یا یہ باقی صحبت باقی۔ لچھمن جھولا تپو بھوٹی ہے۔ یہاں جو بات ہوگی۔ اس کا سنسکار دل میں مضبوطی کے ساتھ قائم رہے گا۔ اور وہ دل ہی دل میں اپنا اثر پیدا کرتا رہے گا۔ یہ وجہ ہے کہ میں آج ہی اپنے باقی سوالوں کا جواب چاہتا ہوں"۔

میں نے بہت اچھا۔ جیسی آپ کی مرضی چلئے ابھی صبح کا وقت ہے لچھمن جھولا ہو آیئے۔ آپ جو کچھ فرماویں گے۔ مجھ کو منظور ہے۔ جو کچھ مجھ سے ممکن ہے وہاں چل کر تم سے کہونگا

ہم دونو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور سادھوؤں کے جھونپڑوں کے پاس سے گزرتے ہوئے لچھمن جھولا کی طرف روانہ ہو گئے راہ میں ایک سادھو بھیروی راگ میں ایک بھجن گا رہا تھا۔ ہم دونوں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر گئے۔ اور اس کی امرت بانی کو پان کرنے لگے۔ بھجن یہ تھا:۔

بھجن

دا گھر کی سدھ کوئی نہ بتا دے جا گھر سے جیو آیا ہو
دھرتی اکاش پون۔ نہیں پانی۔ نہیں واں کا پا مایا ہو
برہما وشنو مہیش نہیں تب۔ جیو کہاں سے آیا ہو
پانی۔ پون کا دھی جمایو۔ اگنی کا جامن دینہا ہو
چاند سورج دو داد۔ بنے اہیرا۔ منتھ کر ماکھن کاڑھا ہو
یہ من مایا کا پایو بھی بار مبار پچھتایا ہو
کہہ نہیں پرے نام صاحب کا پھر پھر دھکا کھایا ہو
گھر کی آدکا ہو نہیں جانی۔ سب مل دھوکا کھایا ہو
کہیں کبیر سنو بھائی سادھو وہ گھر برلا پایا ہو۔

میں نے کہا۔ دیکھو وشنو! عجیب اتفاق ہے۔ جو کچھ تم نے سوال کیا تھا سب کے جواب اس ایک بھجن میں موجود ہیں گے

وشنو۔ واقعی اس میں اشارہ کے طور پر سب کچھ موجود ہے۔ مگر بغیر تشریح کئے ہوئے اس کا سمجھ میں آنا مشکل

ہے"

اس طرح گفتگو کرتے ہوئے ہم دونو آدمی لچھمن جھولا کی طرف چلے۔ پہاڑ کی چڑھائی تھی۔ رشی کیس سے لچھمن جھولا قریب چار میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ پہاڑ چڑھتے وقت کچھ تکلیف محسوس ہوئی۔ مگر صبح کا وقت عجیب سوہانا تھا۔ سڑک کے سر دو طرف پرند چہک رہے تھے۔ راستہ آسانی سے طے کر لیا۔ اور چڑھائی کی تکلیف بات چیت کی وجہ سے معلوم نہیں ہوئی وہاں پہنچ کر حاجات ضروری سے فارغ ہوئے۔ پھر معمول کے موافق گنگا کے کنارے بیٹھ کر سندھیا کی۔ جہاں ہم لوگ بیٹھے تھے وہ جگہ کالی کملی والے بابا کے دھرم سالہ سے نیچی تھی۔ جھولا وہاں سے نظر آتا تھا۔ مگر مندر کے شنکھ اور گھنٹے آواز بہ مشکل سنائی دیتی تھی۔ جب ہم لوگ سندھیا سے فارغ ہوئے۔ وشنو نے موقع کو غنیمت سمجھ کر پھر سوال کرنے شروع کئے۔

وشنو:- آکاش۔ اور پران کے نسبت آپ نے کچھ فرمایا تھا یہ کیا چیزیں ہیں؟

میں:- آکاش مادہ کی لطیف حالت ہے اور پران طاقت کی دھار ہے۔ اور یہ جو کچھ تبدیلی تم مادہ میں دیکھتے ہو۔ یہ پرانوں کی وجہ سے ہے۔ پران کے رو سے آکاش مختلف صورتیں اختیار کر لیتا ہے۔ اور ہم۔ تم۔ دریا۔ پہاڑ۔ زمین۔ کرے ستارے سب آکاش کی مختلف صورتیں ہیں۔ جو علیحدہ علیحدہ نظر

آ رہی ہیں - مگر وہ سب آکاش ہی میں ہیں اور آکاش سے علیحدہ نہیں ہیں - جیسے پانی میں پانی جھاگ بلبلے - لہریں پیدا ہوتی ہیں اور پانی ہو کر پانی میں رہتی ہیں - ویسے ہی ہم سب آکاش کے پتلے ہیں ۔"

وشنو :- "مگر لوگ وسعت اور خلا کو آکاش کہتے ہیں -"

میں :- "یہ ان کی غلطی ہے اور انہوں نے آکاش کی صرف جزوی تعریف سمجھی ہے - قدرت میں خلا کہیں بھی نہیں ہے ہر جگہ بھرپور ہے - اور اس وسعت کے اصطلاح میں ادا کرنا صرف نسبتی نقطہ نگاہ سے ہے - ورنہ اصل وسعت بھی کوئی چیز نہیں ہے - صرف خیالی بات ہے ۔"

وشنو :- "آج میں نے کچھ کچھ آکاش کی ماہیت سمجھی ورنہ اب تک اس کو خلا اور وسعت ہی سمجھتا رہا - اور بات بھی ٹھیک ہے - اگر وسعت اور خلا آکاش ہوتا تو اس کو تتو کیوں مانا جاتا - اب یہ فرمایئے کہ یہ آکاش اور پران کس سے پیدا ہوئے ہیں ۔"

میں :- "آکاش اور پران برہمانڈی من سے پیدا ہوتے ہیں ۔"

وشنو :- "برہمانڈ میں کیا ہے ؟"

میں :- "جس طرح ہمارا اور تمہارا من ہے - ویسے ہی جگت میں ایک من ہے - جو برہمانڈی کہلاتا ہے - یہ جگت اسی کی کلپنا سے پیدا ہوتا ہے - اصل میں آکاش اور پران بھی خیالی ہیں ۔"

وشنو: "یہ فقرہ پیچیدہ بات ہے۔ بھلا من سے آکاش اور پران کیسے پیدا ہوتے ہیں؟"

میں: "ہاں اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ یہ من سے اسی طرح پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے مکڑی اپنے اندر سے تاگے پیدا کر کے جال بناتی ہے۔ جالا کہیں باہر سے نہیں آتا۔ مکڑی میں رہتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی من میں رہتے ہیں۔ اور من ہی سے ان کی پیدائش ہے۔"

وشنو: "کیا کوئی مثال آپ اس طرح اور دے سکتے ہیں؟"

میں: "اس کی اور مثال دی جا سکتی ہیں۔ بشرطیکہ تم اسکو سمجھ سکو۔ ورنہ جانور وہ اسی کے موافق سامگری تلاش کرتا ہے۔"

وشنو: "خیال جب انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے تو وہ اس کے عملی صورت دینے کے لئے باہر سے سامان اکٹھا کرتا ہے۔ یہ ہم روز دیکھتے ہیں۔ ایک انجنیر مکان بنانے کو ہوتا ہے تو خیال تو بیشک اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ مگر اس کو سامان باہر سے ملتا ہے۔ اپنے من سے نہیں ملتا۔"

میں: "یہ سچ ہے میں نے واہیہ جگت کی مثال دی تھی۔ ورنہ تمہارے سمجھنے کے لئے مکڑی کی مثال کافی تھی۔ دوسری مثال ریشم کے کیڑے کی ہے۔ اس کے اندر دل میں جب تموج

پیدا ہوتی ہے۔ وہ تاگے نکال کر اپنے ارد گرد تن لیتا ہے اور اسی میں گرفتار ہو جاتا ہے بلکہ اسی طرح یہ جگت برہمانڈی من سے پیدا ہوتا ہے"

وشنو" مگر سانکھیہ کہتا ہے اہنکار سے من اور بدھی سے اہنکار پیدا ہوتا ہے کیا یہ سچ نہیں ہے؟"

میں" یہ سچ ہے۔ مگر ویدانتی اس کو دوسری طرح مانتے ہیں۔ بدھی اور اہنکار بھی اصل میں من ہی ہیں اور وہ انتہ کرن چتشٹے کہلاتا ہے۔ جس کا چار روپ۔ من۔ بدھی۔ چت اور اہنکار ہیں۔ یہ تم کو اختیار ہے۔ چاہے ان کو چار سمجھو یا ایک سمجھو بات ایک ہے۔ اس میں بھید نہیں ہے"

وشنو" خیر جہاں تک تو میں نے مان لیا۔ یہ من کس سے پیدا ہوتا ہے"

میں" یہ من پرکرتی سے پیدا ہوتا ہے۔ جس میں رج ست تم۔ تین گن ہیں اور یہ سارا جگت انہیں تین گنوں سے پر ہی پورن بھرا ہوا ہے۔

وشنو" یہ پرکرتی کیا چیز ہے؟

میں" یہ پرکرتی بالکل خیالی چیز ہے۔ اصل میں کچھ نہیں ہے اور اس کی ہستی بھی صرف جیو کے نقطہ نگاہ سے ہے"

وشنو" جیو کیا ہے؟"

میں" جو فردیت کہ اپنے آپ کو مایا اور شیو نہیں تسلیم کرتی اور دونوں سے اپنے کو جدا مانتی ہے۔ وہ جیو ہے"

وشنو نے ایشور اور جیو میں بھید کیا ہے - اس کو اختصار کے بیان کیجئے -

میں - سنو ایک مرتبہ لکشمن جی نے رامچندر جی سے یہی سوال قریب قریب انہیں لفظوں میں کئے تھے - بھگوان نے اپنے شری مکھ سے جو جواب دیئے تھے - وہ میں تمہیں گوسوامی تلسی داس جی کی رامائن سے سناتا ہوں - رامچندر جی فرماتے ہیں :-

چوپائی

تھوڑے منہ سب کہوں بوجھائی سنہو تات من مت چت لائی

میں ارو ٹھور تور تیں مایا جیہہ بس کینہے جیو نکایا

ترجمہ :- اے پیارے! من اختصار کے ساتھ تم کو سمجھا کر تم سے کہتا ہوں تم من - بدھی اور چت کو لگا کر کے میری سنو - میرا تیرا - میں اور تو یہ مایا ہے - اور تمام جیوا اس کے بس میں ہیں -

گو - گو چر - جہاں لگ من جائی سو سب مایا جانہو بھائی

تیہی کر بھید سنہو تم سواد ودیا اپر اودیا دواد

ترجمہ - من اور من کے تمام ساماں اور نیز جہاں تک

بن جاتا ہے۔ ان سب کو اے بھائی مایا جانو۔ اس مایا کی دو قسمیں ہیں۔ ان کا بھید سنو۔ ایک ان میں سے ودیا ہے۔ دوسری اودیا ہے۔

گیان مان جہاں ایکو ناہیں ویکھت برہم روپ سب ماہیں
کہئے تا سون پرم براگی ترن سم سدھی تین گن تیاگی

ترجمہ۔ جس میں نہ گیان ہے نہ مان ہے اور جو سب کو برہم روپ دیکھتا ہے۔ وہ بیراگی و پرم ہنس کہلاتا ہے وہ سدھی شکتی اور مایا کے تینوں گن کو گھاس کے تنکے کے برابر سمجھ کر تیاگ دیتا ہے۔

دوہا

مایا ایش آپو کہنہ۔ جانی کہے سو جیو
بندہ موکش پرد سرب پر مایا پریرک شیو

ترجمہ۔ جو اپنے کو مایا کا ایشور نہیں جانتا وہ جیو ہے اور جو بندھ و موکش کا دینے والا سب سے اوپر ہے وہ شیو ہے

وشنو۔ کیا جیو ایشور ہو سکتا ہے؟

میں۔ نہیں۔

وشنو۔ پھر یہ لوگ کیوں کہتے ہیں کہ جیو اور ایشور میں

بھید ہے۔

بیس۔ ان کو اصلیت کی سمجھ نہیں ہے۔ جیو اور ایشور دو نام ہیں۔ اگر زیادہ نہیں تو نام کا بھید تو ان کی باتوں میں موجود ہے۔ جو کچھ مہاتماؤں نے کہا ہے۔ وہ جتین درشٹی کے لحاظ سے کہا ہے۔ اس درشٹی میں بھید ہے نہ ابھید ہے وہ صرف نسبتی الفاظ ہیں۔ جیسے بوند سمندر نہیں۔ جیسے کرن سورج نہیں۔ مگر اس کی ہیں۔ اس میں ہیں اور اس سے ہیں۔ اسی طرح جیو ایشور کا ہے ایشور میں ہے اور ایشور سے ہے۔ اسی طرح تم سمجھ لو جیو الپگیہ ہیں محدود ہیں۔ نیون شکتی والے ہیں۔ ایشور سروگیہ ہے۔ سرویاپک ہے۔ اور سرب شکتیمان ہے۔ ایسی حالت میں جیو ایشور کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کو تو معمولی تمیز کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔

وشنو۔ مگر آپ نے بھی تو ابھی مایا کو فرضی مانا ہے اور اسی وجہ سے جیو پنا بھی فرض کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جیو کی اپنتی مایا سے ہے۔

بیس۔ بیشک صحیح ہے۔ میرا انیرا نیا مایا کا روپ ہے اور تم اچھی طرح سمجھتے ہو کہ یہ صرف وہم اور فرضی خیال ہے۔ اس ہیں میں نے جھوٹ کیا کہا۔ سدھانت کے نقطہ سے جیو پنا گو فرضی ہو۔ مگر جب تک جیو ہے اور ایشور سے تر تھک ہے کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سرو یاپک اور سروگیہ ہے اور جب اس میں ایشور کا وصف نہیں ہے تو وہ ایشور ہو کیسے سکتا ہے

جس کو تم جیو مان رہے ہو - وہ انادی ہے اس کی پیدائش نہیں ہے اگر ایشور انادی ہے تو جیو بھی انادی ہے - جیو میں اور ایشور میں بڑا اور موٹا فرق وہی ہے جو سمندر اور سمندر کی بوندوں میں اور سورج و سورج کی کرنوں میں ہے -

وشنو - تو اس سے میں یہ سمجھوں کہ جیوؤں کا مجموعہ ایشور ہے - جیسے سمندر بوندوں کا مجموعہ ہے -

میں - بیشک ایسا ہی سمجھو - اس میں ذرہ بھی شک نہیں ہے جو سب میں ویاپک ہے وہی ایشور ہے اور وہی سب کا پریرک اور سب کا کرتا دھرتا ہے -

وشنو - برہمہ کیا ہے ؟

میں - جب سمندر کو وسیع نظری سے دیکھو اور وحدانیت کی درشٹی کچھ اس طرح کی ہو کہ سمندر اور بوند کا خیال دل میں نہ آوے اور صرف چیتن ہی چیتن کا بھاس ہو - وہی برہمہ ہے - اس میں ایشور پنا اور جیو پنا نہیں ہے - یہ سدھانت ہے -

وشنو - دھنیہ ہو شیو جی - آج مجھ کو تمہاری کرپا سے جیو - ایشور اور برہمہ کی کچھ کچھ سمجھ آئی ہے - لوگ اس کے سمجھنے میں سچ مچ بڑی غلطی میں پڑے ہیں - اور یوں ہی لفظی گورکھ دھندے اور لفظی بحث میں پڑ کر اصلیت کی طرف مائل نہیں ہوتے اور ناحق بک بک میں اپنا وقت ضایع کر دیتے ہیں -

میں " ہاں بات تو کچھ ایسی ہے "

وشنو " یہ تو میں نے مان لیا کہ سدھانت کچھ اور ہے

اور اس کو لوگ کچھ اور سمجھ رہے ہیں۔ مگر آپ یہ بتاویں ۔ کہ جیو کیسے پیدا ہوا اور کس طرح وہ جیو پنے کی حالت سے گزر کر اپنے اصلی گھر کو واپس جاتا ہے۔

میں :۔ میں نے تم سے کہہ دیا کہ جیو انادی کال سے ہے۔ اس کا پرواہ آج کا نہیں ہے۔ مگر اس کی سمجھ اور تمیز اس وقت آتی ہے جب اس میں انانیت مضبوطی سے گھر کر جاتی ہے۔ میرا تیرا اپنا انانیت ہے۔ میرا تیرا اپنا بندھ ہے۔ میرا تیرا اپنا سنسار ہے۔ میرا تیرا اپنا ہی جنم مرن ہے۔ اس کو دور کر دو۔ پھر نہ کہیں بندھ ہے نہ موکش ہے نہ جنم ہے نہ مرن ہے نہ اس کے لئے سورگ ہے نہ نرگ ہے۔"

وشنو :۔ مگر اس سے چھٹکارا کیسے ہو؟"

میں :۔ اگر میرا تیرا اپنا اصلی اور سچا ہوتا تو اس سے چھٹکارا غیر ممکن ہوتا۔ جو چیز اصلی اور سچی ہے اس کا ناش نہیں ہوتا۔ یہ میرا تیرا اپنا فرضی ہے۔ وہم ہے۔ غلط خیال ہے۔ اس کو دل سے دور کر دو۔ اور پھر خود بخود چھٹکارا ہو جائے گا۔"

وشنو :۔ مگر اس سے کیسے چھٹکارا ہو؟

میں :۔ جس طرح یہ اپنے خیال سے بندھا ہے۔ ویسے ہی اپنے خیال سے چھوٹے گا۔ خیالی بندش کے لئے خیالی آزادی کا خیال دل میں پیدا کرو۔ جپ۔ تپ۔ سنجم۔ نیم۔ یوگ اور گیان اس کی ظاہری تدبیریں ہیں۔ ست سنگ۔ نام کا جاپ۔ ایشور کے مہما کی ستتی گاتا۔ گرو کے چرنوں کا پریم من

ہیں لیسانا اس مرض کا علاج ہے۔ کبیر صاحب نے فرمایا ہے :-

اپنے ارجھے ارجھیاں دیکھے سب سنسار
اپنے سرجھے سرجھیاں۔ یہ گورو گیان بچار
مورتور کی جیوری ہٹ باندھی سنسار
داس کبیرا کیوں بندھے جاکے نام ادھار

وشنو "خوب۔ تو کیا میں یہ سمجھوں کہ یہ سب پوجا پاٹ کرم دھرم خیالی ہے؟

میں "پھر کیا سمجھو گے؟"

وشنو "میں تو اس کو صحیح مانتا رہا ہوں اور اس کو زندگی کا مقصد سمجھتا رہا ہوں۔"

میں "تو ایسا ہی مانو۔ میں ان کی تردید تو نہیں کرتا۔"

وشنو "سنئے بھگوان! ناراض نہ ہوجئے۔ میری اسی آب و ہوا میں پرورش ہوئی ہے۔ میں کیسے اس کو جھوٹا تسلیم کروں۔"

میں۔ میں نے یہ کب کہا کہ یہ جھوٹے ہیں۔ میں نے ان کو خیالی کہا ہے۔ خیال جھوٹا تو نہیں ہے۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوا۔ یہ تمہارا خیال ہے۔ جس سے تم سمجھتے ہو میں ناراض ہوں اور ناراض ہوں گا۔ اس ناراضی کے خیال کو رضامندی اور خوشی کے خیال سے مغلوب کرکے دور کردو۔ پھر نہ ناراضی ہے نہ رضامندی ہے اور یہی موکش ہے۔ یہ یہی تمہارا اپنا روپ ہے

یہی آتما ہے۔ یہی چیتن ہے۔ یہی آدرش ہے۔ اس کو گھر کی طرف لوٹنا بولتے ہیں جیسے ایک راجہ نے خواب میں دیکھا کہ میں غریب ہوں۔ خواب خیال ہی تو ہوتا ہے۔ وہ جنگل میں گیا۔ لومڑی نے کاٹ کھایا۔ وہ زخمی ہو کر علاج کرانے کے ارادہ سے ایک حکیم کے گھر گیا۔ حکیم نے کہا۔ پیسہ لے آؤ۔ تو میں مرہم دوں۔ راجہ کے پاس پیسہ نہیں تھا۔ کہیں سے بیچارہ مانگ لایا۔ مرہم پٹی ہوئی وہ چنگا ہو گیا۔ جب آنکھ کھلی نہ کہیں جنگل ہے نہ حکیم ہے نہ لومڑی ہے نہ دوا علاج ہے۔ یہ دنیا بھی اسی طرح خیالی ہے۔

دنیا خوابے است زندگانی درو ے
خوابے است کہ در خواب بہ بینی آنرا

چونکہ تم اپنے آپ کو بندھن میں سمجھ رہے ہو۔ اسی کا اپاؤ کرو۔ بندھن چھوٹ جائے گا۔ اپنے اصلی پد کی طرف واپس جاؤ گے۔ بندھن سچا کبھی نہیں ہے کیونکہ اگر سچا بندھن ہوتا تو ہزار کوشش کرنے سے بھی نہ جاتا۔ مگر وہ چھوٹ جاتا ہے۔ اس کی شہادت رشی منی سب دیتے ہیں۔ اور چونکہ وہ چھوٹ جاتا ہے۔ اس لئے جھوٹا ہے۔ اور اس کے علاج بھی جھوٹے ہی ہوئے۔ کیونکہ فرضی مرض کا علاج ہمیشہ فرضی ہی ہوگا۔ اتنا تم سمجھ سکتے ہو۔ مگر اس کی پرواہ نہ کرو۔ کرم دھرم کو انجام دو بدی کو نیکی سے مغلوب کرو۔ جب بدی کی عادت جاتی رہے اور بالکل نیک بن جاؤ۔ نیکی کا خیال بھی بھلا دو اور تم آتما

میں قائم ہو جاؤ گے۔ جیسے جب پاؤں میں کانٹا گڑ جاتا ہے۔ دوسرے اچھے کانٹے سے اس کو نکال دیتے ہیں اور دونوں کو پرے پھینک دیتے ہیں۔ اسی طرح تم کو نیکی و بدی دونوں کے اوپر آنا ہوگا۔ اور وہی اصل آتم جا ہے۔ وہی سچے پریم کا بھنڈار ہے۔ وہی ست لوک ہے۔ اسی کو کیولیہ۔ پرم پد۔ نروان۔ اور نت نورتی کہتے ہیں۔ کہو اب کچھ سمجھے کہ نہیں،،

وشنو: "خوب سمجھا۔ آپ کی باتوں میں بڑا اثر ہے۔ میں کرتیہ کرتیہ ہو گیا۔ اور اب مجھ کو گھر کے سیدھے راستے کی سمجھ آ گئی۔ اب اتنا اور بتا دیجئے کہ سب سے زیادہ سہل تدبیر اس سنسار سے نجات کی کیا ہے ؟،،

میں: "سنو۔ سب سے سہل تدبیر وہی ہے جو تم کر رہے ہو۔ سرت شبد یوگ کے سادھن میں رات دن لگے رہو یہ سنسار سے چھوٹنے کا بہتر۔ سہل تر اور زیادہ یقینی راستہ ہے۔ یہی شنک دیوجی کا ابھیاس تھا۔ اسی کی مہا شیوجی نے پاروتی کو سنائی تھی۔ اسی کی تعلیم کا ماحصل مہرشی پتنجلی کے یوگ میں موجود ہے۔ اس کا اشارہ کہیں کہیں اپنشدوں میں آیا ہے۔ پرم سنت کبیر صاحب کا یہی مارگ تھا۔ گورو نانک صاحب نے اسی کا راگ گایا ہے۔ اور اب ست پرش رادھا سوامی صاحب نے اس کی مکمل تعلیم دی ہے۔ گورو گوبند سنگھ ناتھ بھی اس کو سچا ذریعہ مانتے تھے۔ اور چونکہ تم آج کل پنجاب میں رہتے ہو۔ گورو نانک صاحب کا بچن سنو۔ وہ کیا فرماتے ہیں۔

جیسے جل میں کنول نرالم۔ مرغابی نشا نئے
سرت شبد بھو ساگر تریئے۔ نانک نام بکھانئے

بس اب میں اس سے زیادہ تقریر نہ کروں گا۔ جب کبھی تم دوسری مرتبہ ہردوار آوگے۔ تم کو میں اپنی زبان میں شیو و پاروتی کے بیاہ کا قصہ سناؤں گا۔ اس سے اور بھی ان خیالوں کی وضاحت ہوگی۔ شیو آتما کا روپ ہے۔ پاروتی پرکرتی ہے۔ جو پربیت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کو سن کر تم بہت خوش ہوگے"

وشنو۔ میں کرتیہ کرتیہ ہوگیا۔ مالک موقع دے کہ پھر آپ کے ساتھ ہردوار چلیں اور یہ نایاب کہانی سننے کا موقع ہاتھ آوے"

گفتگو کرتے کرتے دن بہت چڑھ آیا تھا گنگا کے کنارے میں نے لکڑیاں اور کنڈے چنے۔ وشنو نے آٹا لے کر دو چار روٹیاں تیار کیں۔ اور ہم دونوں نے خوشی سے نمک روٹی کھا کر لچھمن کا تماشہ دیکھا۔ وجھولا پر سیر کرنے لگے۔ اس سال قحط پڑا تھا۔ پل والوں نے سمجھا۔ ہم دونوں بدری ناتھ کے جاتری ہیں۔ روکنے لگے۔ میں نے کہا بھائی! ہم کو اس مرتبہ صرف یہاں تک جاترا کرنا ہے۔ غرضیکہ ادھر ادھر گھوم کر اور کالی کملی والے بابا کے پرشارتھ کی تعریف کرتے ہوئے پھر وہاں سے رشی کیش کی طرف چلے آئے۔ چڑھائی کٹھن تھی مگر اترنا مشکل نہیں تھا۔ آسانی سے پہاڑوں کی فضا دیکھتے ہوئے پھر رشی کیش

واپس آئے۔ وشنو کو گھر جانے کا خیال تھا۔ اس لئے اس کے
صبح ہی ہیں تو پا پیادہ اور وشنو گھوڑے پر سوار ہو کر ہردوار آئے
اور گنگا سنان کرکے وہاں کچھ دیر شیو و پاروتی کے بیاہ پر
بات چیت ہوئی اور ریل کا ٹکٹ لیکر مرزا پور کی طرف اپنے وطن
چلے آئے۔ اور ڈیڑھ دو مہینہ گھوم پھر کر پھر لاہور میں سادھو کی
خدمت کے سیال سے مقیم ہوئے۔

یہ رشی کی سیاحت کی گفتگو کا لب ولباب ہے۔ اپنے
ناظرین کے نذر کیا جاتا ہے اگر وہ خواہش ظاہر کرے تو ان
کو ستیو و پاروتی کی اصلیت کا بھی ان صفحوں میں قلمبند کر
دیا جائے گا۔

تمام شد

(مرکنٹائل پریس لاہور میں لالہ رام پرشاد پرنٹر و پبلشر نے زیر اہتمام میسرز لالہ تہل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری گیٹ لاہور کے لئے چھپوا کر شائع کیا)

بک سیلرز اینڈ پبلشرز
پنجاب لٹریچر کمپنی
اندرون لوہاری گیٹ لاہور

طبع فائن آرٹ پریس جان محمد روڈ، انارکلی لاہور